ٹورانٹو - کینیڈا

پندرہ روزہ

الہلال

قیمت ۵۰ سینٹ

بیرونِ وطن پاکستانیوں کا ترجمان - شمالی امریکہ میں اردو کا سب سے پہلا اور کثیر الاشاعت اخبار

۱۰ فروری ۱۹۸۷ء

جلد نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۲۴

۳۵ رکنی نئی وفاقی کابینہ نے حلف اٹھالیا

ہمارے مشن کا پہلا مرحلہ مکمل ہو چکا اب دوسرے دور کا آغاز ہو رہا ہے۔ نئی کابینہ سے وزیراعظم کا خطاب

راولپنڈی ——— [illegible]



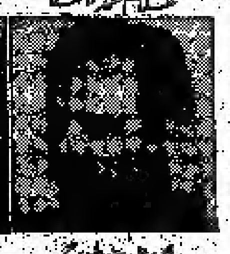

اقبال احمد خان — اسلم خٹک




لیسین وٹو — خاقان عباسی



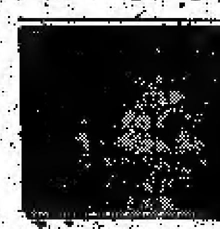

غلام محمد مانیکا — سید قاسم شاہ

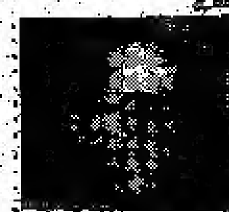



حامد ناصر چٹھہ — محی الدین بلوچ

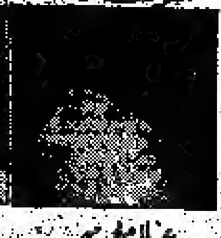


صاحبزادہ یعقوب خان






سید ظفر علی شاہ — سلیم سیف اللہ

اسلام الدین شیخ




یوسف رضا گیلانی — حاجی حنیف طیب

نئی کابینہ کے ارکان اور ان کے محکمے

وفاقی وزراء اور ان کے محکمے درج ذیل ہیں۔

۱۔ سلیم سیف اللہ خان - پلاننگ و ترقیات۔
۲۔ لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) جمال سید میاں - پانی اور بجلی۔
۳۔ سید قاسم شاہ - امور کشمیر، ریاستیں، سرحدی امور۔
۴۔ محمد اسلم خان خٹک - ڈاک۔
۵۔ محمد یاسین خان وٹو - اقتصادی امور و خزانہ۔
۶۔ صاحبزادہ یعقوب خان - امور خارجہ۔
۷۔ ملک نوبہار خان - مواصلات۔
۸۔ سید یوسف رضا گیلانی - ریلوے۔
۹۔ حامد ناصر چٹھہ - سائنس اور ٹیکنالوجی۔
۱۰۔ اقبال احمد خان - قانون و پارلیمانی امور۔
۱۱۔ میاں غلام محمد مانیکا - ثقافت و سیاحت۔
۱۲۔ خاقان عباسی - پیداوار۔
۱۳۔ نسیم احمد آہیر - تعلیم۔
۱۴۔ چوہدری شجاعت حسین - اطلاعات و نشریات۔
۱۵۔ صاحبزادہ محمد مقصود احمد - افرادی قوت۔
۱۶۔ محی الدین بلوچ - تجارت۔

[illegible]

پشاور میں دھماکہ سے پورا شہر لرز اٹھا

[illegible]

پی آئی اے کے نئے چیئرمین

[illegible]

پاکستانی سرحد پر بھارتی فوج

[illegible]

۱۸ ممالک کے لئے نئے پاکستانی سفیر

[illegible]

امریکہ نے سلامتی کونسل میں بیت المقدس کی بے حرمتی پر اسرائیل کے خلاف قرارداد ویٹو کر دی

فرانس، برطانیہ، ڈنمارک اور آسٹریلیا نے امریکہ کا ساتھ نہیں دیا

یہودی رہنما نے مسجد اقصیٰ کی جگہ سناگاگ تعمیر کرنے کا منصوبہ پیش کر دیا

قرارداد مثبت تھی، امریکہ کا ویٹو انتہائی افسوسناک ہے، شریف الدین پیرزادہ کا بیان

نیویارک ——— [illegible]

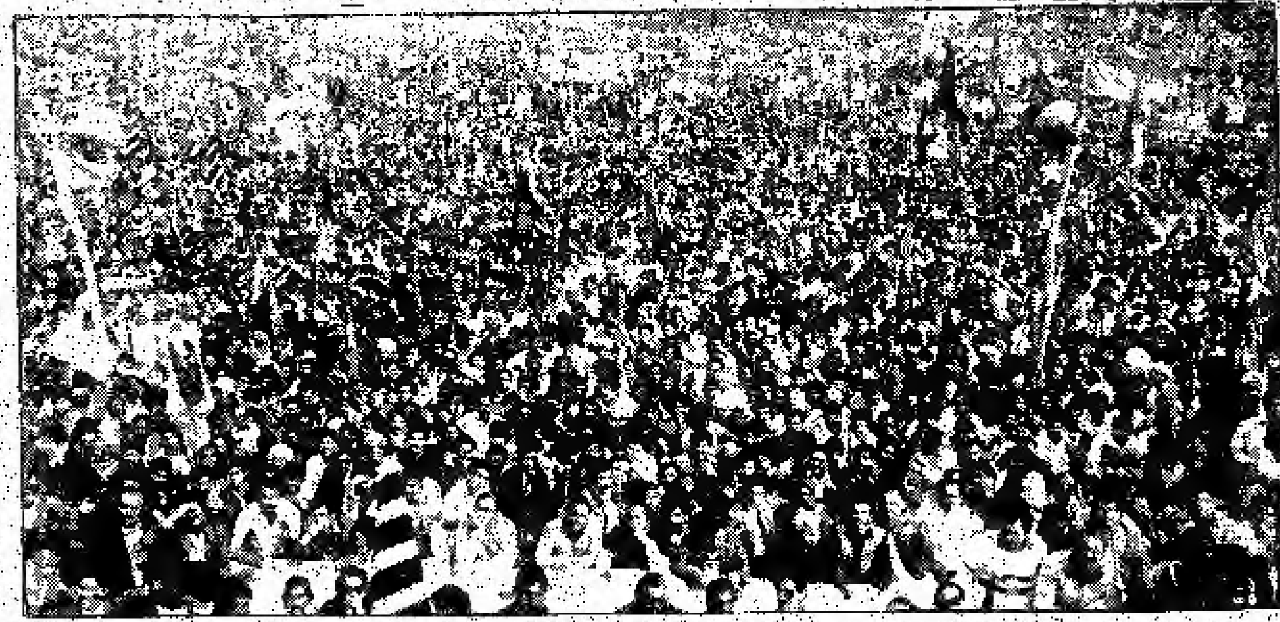
جماعت اسلامی بھی جرگہ میں شرکت کرے گی

راولپنڈی ——— [illegible]

ریفرنڈم اور انتخابات آئینی اور قانونی نہیں تھے، جمہوریت کے بغیر پاکستان کی بقا مشکوک ہے، لاہور کی تاریخ کے سب سے بڑے جلسے میں ایم آر ڈی کے رہنماؤں کی تقاریر

ایم آر ڈی نے انتخابات کا مطالبہ کر دیا

[illegible]



[illegible]

۱۹۷۳ء کا آئین بحال اور تمام سیاسی قیدی رہا کیے جائیں

بحالی جمہوریت کی جدوجہد کرنے والوں نے ۶۵ ہزار کوڑے کھائے

[illegible]

اہالیان لاہور کا جوش و خروش

شہر کی ہر شاہراہ پر جلوس

[illegible]

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط

سن رکھو جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ غم ہوگا (القرآن)

پندرہ روزہ

الہلال

ٹورانٹو

خرچ میں اعتدال

جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔ (الفرقان ۶۷)

خیانت کار امیر

حضرت معقل ابن یسارؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو اور وہ ان کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ اس کو جنت حرام کر دے گا۔ (متفق علیہ)

فرمانِ رسولؐ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور آخرت کو حق جانو اور مانو اور اس بات کو بھی مانو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے، چاہے وہ خیر ہو چاہے شر۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ بندہ کی توبہ سانس اکھڑنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اپنے طریقے کے مطابق خوب اچھی طرح وضو کیا، تو اس کے سارے گناہ نکل جائیں گے یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔

ماخوذ از معارف الحدیث۔

گوشوارہ

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا؟

امین الحسن

عام طور پر یہ ہے کہ جب بھی معاشرے میں کوئی خلا شروع ہوتا ہے، کوئی برائی جنم لیتی ہے تو وہ بہت چھوٹے پیمانے پر ہوتی ہے۔ ابتدا میں اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ بے خبری اور بے توجہی کی فضا میں وہ آہستہ آہستہ یا بڑی سرعت سے پھیلتی جاتی ہے۔ اس پاس کے لوگوں کو متاثر کرتی ہے۔ لوگ اس میں ملوث ہونے لگتے ہیں۔ پھر وہ عام ہو جاتی ہے۔ معاشرہ اکثر اسے قبول کر لیتا ہے مگر بعض عناصر جو برائی کو برائی ہی سمجھنے پر اصرار کرتے ہیں اور اس کی مقبولیت اور پھیلتے ہوئے اثر پر احتجاج کرتے ہیں یا اسے روکنے کے لئے آواز اٹھاتے ہیں یا کچھ نہ لیعہ جد جہد نہیں کرتے تو کم از کم اس کی مذمت ہی کرتے ہیں، رجعت پسند قرار دے دئیے جاتے ہیں۔

برائی کے اپنے مفادات ہوتے ہیں جب یہ بھی اور یہ اعتنائی کے ماحول میں پروان چڑھتے ہیں اور مستحکم ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ برائی میں ملوث ہوتے ہیں وہ بھی چونکہ اس کی خرابی اور نامعقولیت سے بیزار نہیں ہوتے بلکہ اس کی لذت اور "خوشنمائی" میں گرفتار ہوتے ہیں اس لئے ان کی طرف سے بھی اس کی اصلاح یا اس پر تجدید کی کوششوں کے خلاف مزاحمت اور ردعمل ہوتا ہے چنانچہ برائی کے سدباب اور بھلائی یا بہتری کی طرف راغب کرنے کی تمام کوششوں کو الزام دیا جاتا ہے، مکتب ہے اور ان حلقوں کے افراد جو سوچ یا دیدہ دلیری کے سبب جو برائی کی اس لعنت میں مبتلا ہوتے ہیں، اس برائی کی نفی یا بجاطور اس کی مذمت کرنے والوں پر بھی "دقیانوسیت" اور تنگ نظری کا الزام لگتا ہے اور وہ معاشرے میں نکّو بن جاتے ہیں۔

زاہد کے سر پہ ایک جاگا تھا لاکھ سے
پھر ہاتھ ملتے ہیں کہ ابھی پٹی نہیں

کسی بھی ایسی معاشرتی برائی کو لے لیجئے، وہ روشن خیالی اور جدیدیت کے نام پر ہی معاشرہ میں داخل ہوتی اور دیکھتے ہی دیکھتے مقبول ہو گئی، اور ایسی عام ہوئی کہ اب معاشرے کے اس طبقہ نے بالعموم اسے اختیار کر لیا ہے جو پاکستان جیسے تعلیم، تربیت، خود انحصاری اور خود اعتمادی سے محروم ملک میں برسر اقتدار ہو کر زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہوتا ہے۔ اس طبقہ کی اس حیثیت کے باعث پوری قوم اس طبقہ کی خود اختیاری خرابیوں، بدعنوانیوں، بداعمالیوں اور بدکرداری سے متاثر ہوتی ہے مثلاً ایک زمانہ تھا کہ برصغیر میں غیر مسلموں تک میں شراب نوشی کو برا سمجھا جاتا تھا۔ انگریز حکمرانوں سے قربت اور ان سے مراعات کا رشتہ قائم کرنے کے شوق میں بعض ایسے گھرانے جو لوگوں نے جنہیں ان کے قریب جانے کا موقع ملا، مغربی معمولات کو اختیار کیا اور وہ اپنے زمانے میں ماڈرن کہلائے۔ شراب نوشی معاشرتی انداز میں لعنتی کیوں اور تقریبات میں ان ہی لوگوں تک محدود تھی۔ مشروع میں شروع ہو ئی جس سے صرف اور اور پولیس کے اعلیٰ افسران اور ولایت سے تعلیم حاصل کر کے آنے والے لوگوں تک یہ لعنت محدود تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ جب بہت سا تعلیم یافتہ یا نیم تعلیم یافتہ طبقہ انگریز کے معاشرے سے بے تیزی سے داخل ہونے لگا اور تکلفات کم ہونے لگے تو یہ خباثتیں بھی استعمال عام ہونے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے متوسط طبقہ کے لوگوں تک بھی شراب نوشی کے بارے میں جھجک کم ہونے لگی۔ اور لوگوں نے اپنے گھروں تک میں شراب نوشی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ تقریبات میں اس کا استعمال عام ہونے لگا۔ اور روزمرہ کی زندگی میں یہ اسی طرح داخل ہو گئی جس طرح یہ مغربی ممالک میں داخل ہے۔ برصغیر کے تعلیم یافتہ طبقہ میں اس کی حرمت بہت کم ہو گئی۔ اپنے بچوں اور اہل خانہ کے سامنے، بلکہ ان کے ساتھ شراب نوشی کوئی عجیب بات نہ رہی۔ تاہم چونکہ پاکستانی معاشرہ پرانی اقدار اور روایتی طرز معاشرت سے چپٹا "رہنے کا عادی ہے اس لئے شراب نوشی کو جس جارحیت، ڈھٹائی اور بے حیائی سے اختیار کیا جاتا رہا ہے اسے عام لوگوں نے اختیار نہیں کیا۔ برائی کو برائی سمجھا گیا۔ البتہ "روشن خیال" اور تعصبات سے بری طبقہ میں اس کی مذمت کرنے والوں کو سادہ لوح اور دقیانوسی قرار دیا جانے لگا، تاہم حجاب شراب نوشی (قانوناً طور پر) ممنوع ہونے کے باوجود اکوئی اخلاقی برائی تصور نہیں کی جاتی بلکہ جس طبقہ نے اسے اختیار کر لیا ہے اس میں خواتین بھی شغل سے نوشی کو معیوب نہیں سمجھتیں۔

اب اس سال میرے تجربے میں ایک نئی لعنت آئی ہے اور وہ یہ کہ اس مرتبہ موسم سرما کی تعطیلات گزارنے کے لئے "الرحیفیت" خاندانوں کے جو چشم و چراغ امریکہ اور یورپ، انگلستان یا کینیڈا سے اپنے والدین کے پاس آئے ہیں وہ اپنے بوائے فرینڈز اور گرل فرینڈز کو بھی ساتھ لیتے آئے ہیں۔ اور جس طرح وہ ان کے ساتھ ہیرو بلکہ شریک زندگی کے طور پر سامنے آتے ہیں

اسلام آباد، لاہور اور کراچی کے فیشن ایبل والدین کے سامنے ہیں بھی اسی طرح خوش اور بے تکلفی سے مقیم ہیں۔ مجھے ایسے دو ایک گھرانوں میں جانے کا اتفاق ہوا، جہاں نوجوان پاکستانی لڑکی جو امریکہ یا یورپ میں تعلیم حاصل کر رہی ہے اور موسم سرما کی چھٹیوں میں اپنے والدین کے پاس رہنے کے لئے آئی ہے بھی اپنے ہم جماعت طالب علم دوست کے، بغیر کسی جھجک یا تکلف کے رہ رہی ہے اور والدین کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اسی طرح کئی نوجوان طلبا اپنی ہم جماعت دوست طالبات کو بیگ و سامان کی طرح ساتھ لیکر آئے ہیں اور والدین ان کی خاطر مدارات میں لگے ہوئے ہیں۔

اب اگر بڑی بوڑھیوں کی طرح میں اسے بے حیائی قرار دوں تو میری روشن خیالی اور وسیع النظری پہ حرف آتا ہے۔ اور یہ مجھے اپنے منظور نہیں کہ آخر کو مغرب زدگی اور جدیدیت کا تو میں بھی مارا ہوا ہوں۔ اسی مرض میں تو میں بھی مبتلا ہوں۔ میں بھی تو ان ہی لوگوں میں ہوں جو "ہمارے دونوں بیٹے" کے قائل ہیں۔ سیّد کے مذہب سے ہاتھ سے جنت... نہ گئی۔ تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ جب اس دسمبر کی بات کو طول دیا جائے جب میں بھی اللہ کراچی کے جس فیشن ایبل بستی میں رہتا ہوں، وہاں ہوائی فائر اور پٹاخے، دیکھا، تو جو چند برس سال کی جنونی آمد پر پیاسہ بھی تھی اور خراب اور چرس کے نشہ میں بدمست لڑکے اور لڑکیاں، جی ہاں پاکستانی لڑکے اور لڑکیاں، روشن خیال اور متمول گھرانوں کے چشم و چراغ سڑکوں پر تھے کہ رہے تھے اور ہنگامہ برپا کئے رنگ رلیاں منا رہے تھے تو میں کہ اس رنگ میں جینگ ڈالنے کے لئے مدعو تھا اپنے احباب اور عزیزوں سے اس بدمستی اور بدحالی کی شکایت کرتا اور نتیجتاً یہ سنتا کہ "آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ کیا یہ اس ملک کو کوئی قید خانہ، کوئی مسجد، کوئی خانقاہ، کوئی تبلیغی سنٹر، کوئی قبرستان بنانا چاہتے ہیں۔ بھلا بچے ہیں، نوجوان ہیں، گرم خون ہے۔ اگر ان کو بہت شور شرابہ نہیں کرنے دیں گے تو کیا وظیفہ کو بیٹھیں گے۔ چلے میں بیٹھیں گے۔ نفل پڑھیں گے۔ آپ چاہتے ہی نہیں کہ لوگوں کو ذرا بھی آزادی حاصل ہو۔ آپ تو بس یہ چاہتے ہیں کہ وقت کا پہیہ تھم جائے اور آپ کا وہ چودہ سو سال پرانا فرسودہ نظام واپس آجائے" اس قدر پھٹکار سننے کے بعد میری کیا مجال کہ میں اپنے اردگرد جو کچھ ہوتا جا رہا ہے، اس پر دم بھی مارنے کی ہمت کروں چنانچہ "من ہم دیدم دم نہ کشیدم"۔

معجزاتِ وقت

تہران کی ہوٹل استقلال میں اسلامی انقلاب کی چوتھی سالگرہ منائی جا رہی تھی جہاں بنا ہوا ہے کوئی ساڑھے تین سو مندوبین جمع تھے۔ سٹیج پر انقلابی حکومت کے وزراء اور دوسری اہم شخصیات تشریف فرما تھیں۔ عمومی ۔ اسی قسم کی تقریبات میں جہاں بھی شرکت کا موقع ملا وہاں سٹیج پر بیٹھنے والے یوں معلوم ہوتے تھے جیسے کسی اور دنیا کی ناقابل رسائی ہستیاں ہوں۔ کوئی چہرہ جل رہا ہوا ہے تو کوئی اونز و یلیٹ یا کینیڈی کی بھونڈی نقل دکھنے سے مغرور شوخ اور ہو گا کوئی تھانے ہو گا تو کوئی فوجی وردی میں ملبوس۔ اگر کسی نے شیروانی بھی پہن ہوتی ہے تو نرالی کروفر سے ساتھ۔ پھر تقریر کا عالم یہ کہ سامعین کو انگلستو زدہ یا امریکہ جیسے میں انگریزی کا اول کر مرعوب کیا جا رہا ہے۔ مگر یہاں بات ہی کچھ اور تھی سیلانی بیٹھے ہوئے تھا قوموں ایسے لگ رہے تھے جیسے ہم اپنے بزرگوں کو دیکھتے آئے ہیں۔ ڈھیلے ڈھالے کرتے اور عبائیں اور پگڑیاں پہنے ملبوس حافظ و سعدی کے یہ جانشین بالکل اپنوں کی مانند مہربان اور شفیق معلوم ہو رہے تھے۔ آیت اللہ جنتی تو میرے مرحوم و مغفور چچا مولوی محمد فاضلؒ کی شکل و شباہت کے تھے۔ حتیٰ کہ ان کی مسکراہٹ میں بھی وہی دلنشینی اور شفقت تھی۔ ماحول کی اسی اپنائیت سے بڑے تحفظ کا احساس ہوتا تھا۔

پروگرام کے اختتام پر قومی ترانے ہونے تھے۔ وہ جب بارہ گانے والوں کا گروپ بڑے ہی جوش اور ولولے کے ساتھ ترانے گا رہا تھا۔ بول چونکہ فارسی میں تھے اسلئے سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ مگر گانے والوں کے پر اثر انداز نے ماحول کو گرما دیا تھا۔ میں ابھی سمجھ میں ڈوبا ہوا تھا کہ برابر میں بیٹھے ہوئے جناب حکیم محمد سعید ڈائریکٹر ہمدرد اسلامک انسٹیٹیوٹ نے سرگوشی کی "کلام اقبال پڑھا جا رہا ہے" بات سمجھ میں آگئی۔ حکیم امت کے کلام کی قدر و قیمت ایسے انقلابی ہی جان سکتے ہیں۔

مجھے اپنا تہران کا پہلا سفر یاد تھا۔ شاہ رضا پہلوی کا دور تھا جب کہ وہاں عیش و عشرت کی فراوانی تھی۔ جگہ جگہ شراب خانے تھے۔ نائٹ کلب اور کلب عام تھے۔ میں پہلے ہی سے اور بگٹی لگ رہے ہوتا ہوا آیا تھا۔ اسلئے تہران میں عریانی و فحاشی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ مگر مشرقی حسن کا مغربی رنگ میں ڈوبا ہوا جرت میں ڈال دیتا تھا۔ اگرچہ پولیس ہر جگہ نظر آتی تھی مگر بدامنی اور رشوت خوری میں انتہا پر پہنچی ہوئی تھی۔ میں جس پاکستانی دوست کے پاس مقیم ہوا تھا انہیں ایک روز پاکستان سے آئے ہوئے خط کے حوالے میں ڈاکیے کو ایک خاص رقم دیتے ہوئے دیکھا تو حیرت سے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ اگر یہ رشوت نہ دی جاتی تو ڈاکیہ ان کا خط ان ہی کے سامنے ریزہ ریزہ کر دیتا!

اسی تہران کا آج یہ عالم ہے کہ شراب ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ عورتیں پہلے ہی طرح فعال اور مصروف کار ہیں مگر حجاب اور پردے کے ساتھ۔ نماز جمعہ کے لیے تہران یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں کم از کم ایک ملین لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے جن میں عورتوں اور بچوں کی بھی کمی نہیں ہوتی۔ اتنی بڑی تعداد میں باپردہ خواتین کو دیکھ کر میرے ایک ساتھی نے بے ساختہ کہا کہ "اسلامی انقلاب کا صرف یہی ایک کارنامہ ہی کسی معجزے سے کم نہیں کہ اس نے ایرانی خواتین کو باپردہ و با حجاب کر دیا ہے"۔ (یہ بات ان قارئین کو خوب سمجھ میں آجائے گی جو کبھی اپنی خاتون خانہ تک کو حجاب میں نہیں لا سکے ہیں!)۔

ہوٹل استقلال میں ایک جمع یہ مژدہ سنایا گیا کہ بانیٔ انقلاب امام خمینی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوگا۔ چنانچہ تہران کے شمال میں پہاڑوں کے بیچ ایک گاؤں جماران کی مسجد کے صحن میں ہم جوتوں اور دریوں پر بیٹھ گئے۔ اس وقت کچھ ایسی کیفیت طاری تھی جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ماحول کا یہ عالم تھا گویا کہ

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

مجھے سے خطاب کرنے کے لیے امام مسجد سے منسلک اپنے حجرے سے جب تشریف لائے تو روحانیت کے تجے ہی اور رنج و الم ہر طرف چھا گئے۔۔۔ امام سے ملاقات کا یہ اعزاز حاصل کرنے کے بعد واپسی پر میں نے اپنے سابق "سکاٹ لینڈ کے نو مسلم" درویش صفت ڈاکٹر یعقوب زکی کی جانب دیکھا تو وہ اپنے خیالات میں کہیں دور گم تھے۔ انہوں نے مجھ پر نظر ڈالی اور ایسے کہا جیسے اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہوں: "نور" دوست۔ ان کے چہرے پر نور تھا ۔۔" اتنا کہہ کر وہ پھر خاموشی کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے۔۔۔ وہاں مجھے یاد آیا کہ حال ہی میں جماعت اسلامی کے رہنما اور قومی اسمبلی کے رکن جناب لیاقت بلوچ بھی گئے تھے۔ یہ جاننے کے لیے کہ ایران کے اسلامی انقلاب کے بارے میں جماعت اسلامی کی قیادت کیا رائے رکھتی ہے جب میں نے امام خمینی سے ملاقات پر ان کا تاثر پوچھا۔ ان کا جواب آج تک میرے حافظے میں موجود ہے۔ کہنے لگے "آسمان پر روشنی مسلسل رہ کی چمک و دمک دیکھتے ہوئے میں پہلے کیوں کر اندھیرا ہے؟"

اس سے پہلے ایران میں اسلامی انقلاب کی سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ امام خمینی کی قیادت میں آج سے سات برس پہلے ایرانی عوام کی بے مثال قربانیوں کے بعد شہنشاہیت کا تختہ الٹا گیا۔ پچھلے چھ سال دنیا کی سب سے بڑی غاصب حکومت امریکہ سے ٹکر لی گئی۔ اور جب وہ اپنے ہمالک منتقل ہتھیاروں سے ایران پر حملہ آور ہوئے تو مشیت ایزدی سے ان کے جنگی جہاز تباس کے صحرا میں جل کر راکھ ہو گئے۔ جہاں سے اپنے مردوں کو بے کفن چھوڑ کر بھاگتے ہوئے امریکی سالار نے کہا تھا:

"LETS GET THE HELL OUT OF HERE."

ایران میں اسلامی حکومت کے آغاز کے ساتھ ہی اسلامی قوانین کا نفاذ شروع ہو گیا۔ منافقت اور تفریق کی بجائے وحدت امت پر زور دیا گیا۔ مذہب و عقائد میں پیدا شدہ مذہبی منافرت کو دور کرنے کی سعی کی گئی۔ جہاں کچھ سال پہلے تک ایران میں حضرت عمرؓ کے یوم شہادت پر عید منائی جاتی تھی وہاں آج نماز جمعہ کے خطبے میں ان کا ذکر احترام و ادب کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ کر کیا جاتا ہے۔

ابھی اسی وقت جبکہ یہ سب کام ہو رہے تھے پڑوسی ملک عراق نے امریکہ کی منصوبہ بندی اور روس و مغرب ممالک کے مشوروں کے ساتھ بغیر کسی اشتعال کے ایران پر حملہ کر دیا۔ چھ سال ہونے کو آئے ہیں مگر اسلام اور باطل کی یہ درمیانی آج تک جنگ جاری ہے۔

انہی دنوں ملک تحریر بھی عناصر نے انقلاب کے بہترین ہی کارکنوں کو شہید کر دیا۔ آیت اللہ بہشتی سمیت ۷۲ رہنما، صدر مملکت اور وزیر اعظم بھی شہید ہو گئے۔ لاقانونی دراندازی کا سلسلہ جاری ہے۔ امریکہ اپنی ذلت اور شکست کو مٹانے کی فکر میں ہے۔ روس کو اپنے مقاصد کی ناکامی کا احساس ہے۔ عرب ممالک اپنے شاہی نظام کو قائم رکھنے کے لیے تنگ و دو میں لگے ہوئے ہیں۔ غرض دنیا کی تمام متضاد قوتیں ایران کے اسلامی انقلاب کے درپے ہیں۔ مگر کیا یہ معجزہ نہیں ہے کہ اب انقلاب پہلے سے زیادہ مضبوط اور پائندہ ہے۔ آج صرف ایران ہی دنیا کا واحد ملک ہے جو کسی قوم و ملت کا قرضدار نہیں ہے!

یہ معجزہ کیسے ہوا؟

جب دنیا جہالت کی گمراہی کی تاریکی اور بربریت کی ظلمت محیط ہو جایا کرتی تھی تو آفتاب رسالت نمودار ہوتے تھے۔ خاتم النبیین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے انبیاؑ کا سلسلہ جاری رہا۔ حضورؐ کے بعد جانشینان نبوت محمدیؐ۔ آئمہ حضرات، مجددین اور علماء حنیف اسی فرض کو انجام دیتے رہے ہیں جن کی پہچان کا سب سے بڑا معیار ان کے اعمال و اعتقاد میں حضورؐ کا اتباع کامل ہے۔ چنانچہ ان کے ہاتھوں مشیت ایزدی سے معجزات رونما ہوتے رہے ہیں۔ اسلامی ایران آج روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے اور آیت اللہ روح اللہ خمینی عارف اور مجدد وقت ہیں کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

لطیف اویسی

خواتین کا صفحہ

صحت و زندگی

دل کی بیماریوں کے اسباب

اگر باریک بینی سے انسان کی عملی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو دل اور جسم کی صحت کے لیے دورانِ خون کی باقاعدگی بہت ضروری ہے۔ تصنع، تکلف اور مشینی زندگی نے انسان کو فطرت کے عوامل سے کوسوں دور کر دیا ہے۔ آج بھی جن لوگوں کو دیہات کی سادہ اور محنت سے بھرپور زندگی میسر ہے وہ قلب کی بیماریوں کا شکار نہیں ہوتے اہلِ مغرب تک اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جو لوگ زرعی فارموں یا دیہی علاقوں میں اپنی زندگی گزارتے ہیں وہ شہری عوام کے مقابلے میں توانا رہتے ہیں۔ اُن کی صحت اور دل آخری عمر تک ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس کے برعکس شہروں میں رہنے اور مشینوں کی ناز برداری کرنے والے مہذب افراد ۴۰ سے ۵۰ سال کی عمر سے ہی امراضِ قلب میں مبتلا ہونے لگتے ہیں۔

مغربی ممالک خصوصاً امریکہ میں بمشکل ۱۰ فیصد عوام زرعی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے لوگ بھاری تعداد میں دل کے عارضوں کے سبب مرتے ہیں۔ ہندوستان کی آبادی کے ۸۰ فیصد افراد آج بھی دیہات میں رہتے ہیں اور دیگر ترقی یافتہ مشینی ممالک کے مقابلے میں زیادہ صحت بخش زندگی گزارتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں شہروں اور صنعتی مراکز کے آلودہ اور غلیظ ماحول میں رہنے والے بیشتر لوگ عارضۂ قلب میں مبتلا ہوتے ہیں۔

مشینی آلے کے علاوہ تہذیب کی ایک اور خوفناک لعنت تمباکو نوشی ہے۔ آج سگریٹ نوشی کی ہلاکت آفرینی کے سبب دنیا بھر کے طبی ادارے اس کے خلاف صف آرا ہو چکے ہیں۔ سگریٹ کا نکوٹین خون میں مل کر رفتہ رفتہ خون کو غلیظ، گاڑھا اور زہر آلود کر دیتا ہے۔ اس کی کثرت سے انسانی جسم میں جو تباہی مچتی ہے وہ انتہائی مہلک ہے۔ اختلاجِ قلب کے ساتھ یہ خون میں پائے جانے والے دفاعی جوہر کی قوت کو زائل کرتا ہے۔ خون کے دباؤ میں اضافہ کرنے کے ساتھ براہِ راست دل کو متاثر کرتا ہے۔ نتیجے میں دل کی متعدد بیماریوں کے علاوہ بلڈ پریشر اور سرطان (کینسر) جیسے خطرناک امراض پیدا ہوتے ہیں۔

سگریٹ کے بعد چائے نوشی کی کثرت بھی عارضۂ قلب کی ضامن ہے۔ چائے ایک ایسا میٹھا زہر ہے جو آہستہ آہستہ خون کی توانائی کو غلیظ اور دل کی عملی حرکت کو سست کرتا ہے۔ اس کی کثرت براہِ راست عملِ انہضام پر اثر انداز ہوتی ہے جس سے ابتدا میں چھوٹی موٹی بیماریوں کی ابتدا ہوتی ہے خصوصاً گیس، بدہضمی اور اعصابی کمزوری۔ اس کے بعد یہی بیماریاں آگے چل کر قلب پر اثر انداز ہوتی ہیں اور آدمی کسی مہلک قلبی عارضے کا شکار ہو جاتا ہے۔

عارضۂ دل سے محفوظ رہنے کے لیے بے حد ضروری ہے کہ چائے کے ساتھ سگریٹ نوشی سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی جائے۔ ایک بار پھر یہ بات دہرا دینی ضروری ہے کہ عارضۂ دل کو پوری جسمانی صحت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں پکنز یونیورسٹی کے ڈاکٹر سیک کا کہنا ہے کہ ”عارضۂ دل نام کی کوئی چیز نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کوئی مرض نہیں جو جسم کے دوسرے عضو کو لپیٹ میں لیے بغیر براہِ راست دل پر حملہ آور ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جسم کے کسی حصے کو متاثر کرنے کے بعد دورانِ خون یا کسی اور ذریعے سے یہ مرض دل تک پہنچتا ہے۔“

دراصل ڈاکٹر سیک یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عام افراد اپنے جسمانی اعضا اور صحت کے نظام کو درست رکھ کر دل کے عارضے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ زہریلے مادوں کا جسم میں داخل ہونا قیامت ڈھا سکتا ہے۔ ان مادوں سے اچھی خاصی صحت میں خرابی آ سکتی ہے اور تمام اعضائے رئیسہ کی ہم آہنگی درہم برہم ہو جاتی ہے۔ دل بھی ان اہم اعضا میں اولیت کا درجہ رکھتا ہے۔ ویسے یہ زہریلی صورتِ حال، بسیار خوری، قبض، شراب نوشی، سگریٹ نوشی اور اعتدال سے زیادہ نمک کے استعمال سے رونما ہوتی ہے۔

کچھ لوگ کھانے پینے کی اشیاء میں مٹھائی کو فرض کے طور پر شامل کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ لذت کی خاطر اس کا استعمال پوری صحت اور دل پر اثر انداز ہو کر خطرناک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

اسی طرح قبض کو بیماریوں کی ماں کہتے ہیں۔ یہ پورے جسمانی نظام کو گرفت میں لے کر صحت کو برباد کرنے کے ساتھ ساتھ گھٹن، گیس اور چڑچڑے پن کا درد پیدا کرتا ہے۔ ابتدا میں لوگ قبض کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے لیکن قبض کا سیدھا سادہ مطلب ہے انسانی فضلے میں وہ زہریلے مادے جو خارج نہ ہو کر براہِ راست دل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ بسیار خوری یعنی کھانے کی ہوس بھی ایک ایسی تباہ کن عادت ہے جو غذا کے عملِ انہضام کو برباد کر کے دل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ عارضۂ قلب سے بچنے اور تا حیات صحت مند رہنے کے لیے ہمیں کس قسم کی غذا کا استعمال کرنا چاہیے۔

غذا اس میں شک نہیں کہ غذا سے صحت بنتی ہے اور اس کی بے اعتدالی سے بگڑتی ہے۔ جسم کا ہر عضو اپنی بہتری کے لیے مناسب غذا پر انحصار کرتا ہے۔ لیکن تندرستی کے بارے میں اس اہم نکتے کو بھول کر جو غلطیاں کی جاتی ہیں اُن میں ایک یہ ہے کہ غذائی نظام کا ایک خاص حصہ یا جزو بدن کے کسی خاص عضو کے لیے دوسرے اعضا سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

اس غلط تصور کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آدمی پورے جسم کو نظر انداز کر کے الگ الگ جسمانی حصوں کی پرورش میں لگ جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہر غذا الگ تاثیر رکھتی ہے۔ لیکن کسی ایک غذا کو دوسری پر ترجیح دے کر اسے معمول نہیں بنایا جا سکتا۔ خاص طور سے ایسی حالت میں جب فی زمانہ کھانے پینے کی ہر شے کے خواص دریافت کیے جا چکے ہیں۔

متوازن غذا کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کھانے پینے میں ایسی چیزیں ایک پروگرام کے تحت استعمال کرے جن سے تمام اعضا کی پرورش کے ساتھ جسم کی اندرونی ٹوٹ پھوٹ اور کمیوں کا ازالہ ہوتا رہے۔

جس طرح ہم جسمانی اعضا کے بھرپور عمل کا تصور کرتے ہیں اسی طرح ہمیں بھرپور غذائیت کا پروگرام بھی اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے۔ یوں تو متوازن غذا کی اصطلاح بہت دلکش ہے۔ لیکن یہ دلکشی اسی صورت میں سود مند ہو سکتی ہے جب اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے مناسب اعتدال سے کام لیا جائے۔ بہتر سے بہتر غذا کھانے کے بعد بھی اگر وہ ہضم نہ ہو اور جزوِ بدن نہ بن سکے ایسی غذا کا استعمال بے سود ہے۔ کیونکہ نظامِ ہضم کی خرابی سے معدے میں گیس کا دباؤ بڑھے گا۔ اس سے آنتوں کا عمل سست پڑنے کے ساتھ دورانِ خون متاثر ہوگا اور دل کی حرکت پر بڑا اثر پڑے گا۔

مختصر یہ کہ ہمیں اپنے قریبی معالج کی مدد سے اپنے جسم کی بنیادی ضرورتوں کے پیشِ نظر بہتر غذا، یا متوازن غذا کا انتخاب کرنا چاہیے۔

●●

بے حد لذیذ

سالن میں دوسرے روز بھی نمک زیادہ تھا۔ شوہر چیخ پڑا کہنا دالیے کھانا تھا جیسے کچھ نکل رہا ہو۔

تند مزاج بیوی نے پوچھا ”کل کی طرح آج بھی آپ نے کم کھایا ہے۔ کیا وجہ ہے کیا کھانا لذیذ نہیں ہے۔“

شوہر نے تیوریاں چڑھاتے ہوئے کہا ”لذیذ ہے صاحب۔ صرف کل تو اس میں نمک زیادہ تھا اور آج نمک اپنی شباب کم ہو گیا ہے۔“

تازہ بہ تازہ

”سیارہ“ کا خاص نمبر

نعیم صدیقی کی زیرِ ادارت ادبی ماہنامہ ”سیارہ“ کی ادبی اشاعتِ خاص آئندہ چند روز میں منظرِ عام پر آنے والی ہے۔ ۴۰۰ صفحات پر مشتمل یہ اشاعتِ خاص ۱۹۸۵ء میں تخلیق ہونے والے پاکیزہ اور مقصدی ادب کی ایک گراں مایہ دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جس کی تشکیل میں برصغیر پاک و ہند کے تقریباً ڈیڑھ سو اہلِ قلم نے حصہ لیا ہے۔ اس شمارے کی سب سے خاص بات اردو کے صاحبِ طرز ادیب اور اسلامی مفکر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تذکرے پر مشتمل ۴۰ صفحات کا گوشۂ خاص ہے اس شمارے میں مولانا کی ۶۰ برس قبل کی بعض نادر تحریریں بھی شامل کی گئی ہیں۔ اعلیٰ طباعت اور کتابت سے مزین اس شمارے کی قیمت ۴۰ روپے ہے۔

مشفق خواجہ ۔ ایک مطالعہ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی نے ڈاکٹر خلیق انجم کی مرتب کردہ کتاب ”مشفق خواجہ۔ ایک مطالعہ“ شائع کی ہے جس میں خواجہ صاحب کی شخصیت اور خدمات کے بارے میں مجتبیٰ حسین، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، حکیم عبدالقوی دریابادی، مالک رام، رشید حسن خاں، یوسف ناظم اور شہاب الدین وغیرہم کے مضامین شامل ہیں۔ واضح رہے کہ یہ کتاب مشفق خواجہ کے گذشتہ دورۂ ہندوستان کے دوران شائع کی گئی تھی اور یہ پہلا موقع ہے کہ کسی پاکستانی اہلِ قلم کے دورۂ ہند کو اس طرح یادگار بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ”مشفق خواجہ۔ ایک مطالعہ“ کی ضخامت ۱۴۴ صفحات اور اس کی قیمت ۳۰ روپے ہے۔ مکتبہ جامعہ نے اس کے ساتھ ہی خواجہ صاحب کی تحقیقی کتاب ”غالب اور صفیر بلگرامی“ کا ہندوستانی ایڈیشن بھی شائع کیا ہے۔

لیجیے از خدا بزرگ تو ئی

شاذ تمکنت مرحوم کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ”بعد از خدا بزرگ توئی“ کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔ اس مجموعہ میں نعتوں کے علاوہ ایک حمد، کچھ قطعات اور رباعیات بھی شامل ہیں۔

”فلاور ان فلیمس“

[illegible] کے موضوع پر حمایت علی شاعر کی طویل نظم ”بنگال سے کوریا تک“ کا انگریزی ترجمہ ”فلاور ان فلیمس“ کے نام سے مصنفین کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس کے مترجم پنجاب یونیورسٹی بھارت کے پروفیسر راجندر سنگھ ورما ہیں۔ کتاب میں اصل اردو نظم اور اس کے انگریزی ترجمے کے ساتھ ساتھ [illegible] صدیقی، پنڈت ہری چند اختر اور اطہر نفیس کی تحریریں شامل ہیں۔ ضخامت ۱۲۰ صفحات اور قیمت ۳۰ روپے ہے۔

آپ کے مسائل

کہو ایسے کہ بات نہ بگڑے

میری بھتیجی کرن ”ج“ جب پانچ سال کی تھی تو اس کے والدین کا انتقال ہو گیا۔ وہ اکلوتی اولاد تھی۔ یہ میری مرحوم بہن کی بیٹی ہے۔ اس المناک سانحے کے بعد میرے والدین ”ج“ کو اپنے گھر لے آئے۔ وہ ہمارے ساتھ ہی پلی بڑھی۔ اب عنقریب اس کی شادی ہونے والی ہے۔

ہم چار بہن بھائی ہیں۔ میرے والد کچھ عرصے سے علیل ہیں اس لیے ہمارے مالی حالات پہلے جیسے نہیں رہے۔ گزشتہ برس بڑی بہن کی شادی ہوئی اب ”ج“ کی شادی ہے۔ میرے والدین نے ہمیشہ ”ج“ کو اپنی اولاد کی طرح پالا ہے۔ وہ کافی خوشحال سسرال سے ہے۔ اس کے والدین حیدر آباد میں تھے۔ اب ”ج“ کو ڈر ہے کہ جہیز کے لیے پریشانی ہو گی۔ اس وجہ سے پریشان ہیں۔ ہم اسے یہ احساس بھی دلانا چاہتے ہیں کہ چونکہ اس کے ماں باپ زندہ نہیں ہیں اس لیے اس کی شادی خاندان کی شرکت سے نہ ہو سکی تو ہم چاہتے ہیں کہ یہ [illegible] کس طرح بتایا جائے۔

ف۔ س

جواب: تھوڑا مشکل کام ہے۔ چپکے دیکھا گیا کہ اس ناخوشگوار فرض کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لیں۔ آپ اس کی بہن ہیں۔ وضاحت سے آپ کی بات وہ جلد سمجھ جائے گی۔

مثلاً اس طرح کہیں کہ جیسے آپ نے اس کی بات کرتے ہوئے اس پر یہ ظاہر کیا کہ اگر ابو کی علالت آڑے نہ آتی یا بھائی کی تعلیم اور بڑی بہن کی شادی کے اخراجات مالی حالت کو متاثر نہ کرتے تو ہم ”ج“ کی شادی کہیں بہتر طریقے پر کر سکتے۔ اسے یہ بھی کہیں کہ وہ آپ کو بہت عزیز ہے۔ اگر اس موقع پر کوئی کسر رہ گئی تو پہلا اس گھر سے اس کا ناطہ ٹوٹ تو نہیں جائے گا۔ بیٹیاں ماں باپ سے ملتی ہی رہتی ہیں۔ پھر بھی وہ فرد ہی بن جائے گی لہٰذا اس کا دل بھی تنگ نہ ہوگا۔ ہاں اگر وہ جذباتی ہونے لگے تو اس کی دل جوئی کرنا لازمی ہو گی۔

بدصورتی کا المیہ

میں ایک پڑھی لکھی خاتون ہوں۔ میری عمر تیس سال سے کافی زیادہ ہو گئی ہے۔ میرا رنگ کالا اور نقش بھی بے ڈھنگے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مجھ اچھے رشتے کہاں ملتے۔ جب ایک صاحب مجھ جیسی لڑکی سے دلچسپی لے رہے ہیں بلکہ انہوں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ میں سوچتی ہوں کہ ضرور اس درخواست کے پیچھے کوئی کہانی ہے یا وہ جہیز کے لالچ میں ہیں کیونکہ مجھے عرصہ سے ملازمت کر رہی ہوں اور تنہا ہوں یا پھر وہ کسی کمپلیکس کے شکار ہیں اور کسی بیماری یا کسی اور نفسیاتی سبب سے وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ بتائیے میں سخت الجھن میں ہوں۔ میں کیا کروں؟

ج: میرا خیال ہے آپ کافی ذہین ہیں لیکن اسی لیے ایک سمجھدار لڑکی کے ذہن میں ایسی صورتِ حال پر یہی شکوک ہو سکتے ہیں لیکن آپ ذرا سی ہمت اور عقل سے کام لے کر اپنی پریشانی دور کر سکتی ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ آپ ان صاحب سے کھل کر بات کر لیں اور واضح طور پر اپنے خدشات بھی سامنے رکھ دیں۔ پیسے کی بات نہ کریں بلکہ انہیں یہ بتا دیں کہ آپ نے بالکل پیسے جمع نہیں کیے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ ان کی اپنی گھر والوں کے بارے میں کوئی کہانی بنا کر انہیں بتا دیں اس طرح آپ کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ صاحب آخر کس سبب سے آپ کی جانب متوجہ ہوئے۔ اگر کوئی کمپلیکس یا کوئی خوف ہے یا کسی نے انہیں ٹھکرایا ہے اور وہ عورت سے انتقام لینے کی بات کر رہے ہیں تب آپ کو سنجیدگی سے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہیے۔ ان سے کھل کر اس موضوع پر بات کرنی چاہیے۔ چونکہ آپ کی عمر کافی ہو چکی ہے اور کسی قسم کی کمپلیکس کی گنجائش ہو تو بے شک آپ یہ رشتہ قبول کر لیں کیونکہ پھر ان صاحب سے آپ کو تحفظ اور تحفظ حاصل ہو گا۔ شادی کے بعد یہ اگر ان صاحب کا یہ خیال ہو کہ شاید یہ ازدواجی زندگی کے قابل نہیں ہیں یا پھر ان کے ماضی میں ناخوشگوار حادثہ رہ چکا ہو یا پھر ان کی بیوی مر گئی ہو یا معاشرے نے ان سے برا سلوک کیا ہو۔ بہرحال یہ تمام معاملے ایسے ہیں جن میں آپ بڑی سمجھداری سے اپنی قوتِ برداشت اور اپنی صلاحیت کے بل بوتے پر اس رشتے کو ختم نہیں کیجیے بلکہ کسی طور پر قبول کر لینا چاہیے۔

مسائل جن کے حل شائع نہ ہو سکے

نیلوفر۔ دہلی: خدا کے لیے تم لوگ والدین کی عزت کا کھیل مت بناؤ۔ اگر والدین نے تمہاری مرضی کے خلاف منگنی کر دی تھی تو اس کا یہ مطلب تھا کہ انتقاماً تم اپنی عزت گنوا دو۔ انہیں اس طرح مجبور کرو کہ وہ شادی تمہاری پسند سے کر دیں۔ ویسے والدین کو اب تمہاری بات مان لینا چاہیے کیونکہ بات اب مذہب، قانون کی بھی آ گئی ہے۔ اس صورت میں وہ قتل کے مرتکب ہوں گے اور تمہارا کیا ہے جب تم ان کی ضد پر اپنی عزت کو داؤ پر لگا سکتی ہو تو سب کچھ پانا کر سکتی ہو۔ بہرحال اس میں سوال میرا نہ کرو۔ تم سے کم دنیا میں کوئی والا شخص عزت سے جو آئے۔ اس نے کیا جرم کیا ہے کہ اس کے ساتھ ایسی مصاحبت اور بے غرضی اور گناہ کا تصور رکھا جائے۔ فوراً صلح میرے کرو بلکہ باقاعدہ شادی ہونے کی فکر کرو۔ اس طرح ایک بہت بڑے خسارے سے بچ جاؤ گی۔

ادب و ثقافت

انتظار کے آنگن میں ایک تابوت



آج میں اپنے پڑھنے والوں کے لئے ایک نظم لایا ہوں فیصل آباد کے ایک نوجوان شاعر مقصود وفا کی نظم جو اس نے انتظار کے آنگن میں اپنے باپ کا تابوت اترنے پر لکھی ہے۔

ہمارے معاشرے میں انتظار کا یہ آنگن ملک کے ایک کونے سے آخری کونے تک پھیلا ہوا ہے یہ وہ آنگن ہے جو ہمارے پچاس لاکھ سے زیادہ پاکستانی شہری خالی کر کے دوسرے ملکوں میں روزگار کمانے کے لئے گئے ہوئے ہیں انتظار کے اس آنگن میں کروڑوں نگاہیں [illegible] اور خیریت کی خبروں کی ایک میں رہتی ہیں اور سال دو سال بعد اپنے سے بچھڑے ہوئے پیاروں کا انتظار کرتی ہیں انہیں دیکھ کر نہال ہو جاتی ہیں اور پھر ان کی چھٹیاں ختم ہونے پر بھیگی آنکھوں سے انہیں خدا حافظ کہتی ہیں۔

انتظار کے جو آنگن ہمارے لئے نئے نہیں ہیں پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران بھی ان آنگنوں نے انتظار دیکھا ہے اور ان خالی جنگوں سے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے محاذوں پر سے آنے والے ممی آرڈروں، خطوں اور پیاروں کا انتظار کیا ہے اور پھر یہ انتظار ہمارے لوک گیتوں میں "ماری نوریوں میں" ہمارے [illegible] ہماری [illegible] اور ہمارے خوابوں میں بھی آ گیا۔ [illegible] "چٹھی" اور "پرینکی" دو دلیں "منعد یار" [illegible] اور ان کو جیسے کے دوسرے تصورات انہی ہوئے انتظار کے آنگنوں میں پروان چڑھے

وہ غلامی کا دور تھا اور یہ آزادی کا عہد ہے مگر آنگنوں میں انتظار کی وہی کیفیت ہے بلکہ پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے کیونکہ غلامی سے آزاد ہونے کے بعد مجبوریوں کی نوعیت تبدیل ہو چلی ہے بے کسی بے بسی میں بدل چلی ہے اور بے بسی کا احساس بے کسی سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

انتظار کے ان آنگنوں میں ہوش سنبھالنے

والی نسلیں کو ہم "بیب ریکارڈز" "ٹیلی ویژن" "فریج" اور "وی سی آر" وغیرہ تو دے رہے ہیں مگر باپ کی شفقت اور اہل کی محبت سے محروم رکھ رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ ان چیزوں کی بھی ایک خاص عمر کے بچوں کو ضرورت ہوتی ہے اور یہ ضرورت مقصود وفا کی نظم "میرے بابا" کے ایک ایک مصرعے اور ایک ایک لفظ سے جھلکتی ہے۔

مرے بابا!
تمہیں معلوم ہی ہوگا
گھروں سے دور ہو شامیں گزرتی ہیں
وہ کتنی زرد ہوتی ہیں
کہ تم نے ایسی شاموں سے کئی چہرے
خطوں میں ڈال کر ہم کو بھی بھیجے تھے
تمہیں معلوم ہے بابا!
کہ ہم روتے ہوئے تیرے خطوں کو چوم لیتے تھے
کہ جب ہم سے ہماری ماں یہ کہتی تھی
کہ اے بچو!
بڑے ہو جاؤ تم بھی
جو اپنے باپ کے بازو بنو گے
[illegible] روتے تھے
ہماری ماں ہمیں کہتی کہ اے بچو!
پر [illegible] کرنے اور دعائیں مانگتے تھے
کہ بچوں کی دعائیں تو
خدا کے ہاں بڑی مقبول ہوتی ہیں
تو تب ہم بھی کئے ہو سکتے ہیں
تمہارے واسطے فرمودہ
تو ہم کہتے
کہ اے بابا کی ساری زرد شاموں کو
کوئی روشنی ملے [illegible]
[illegible] ہمارے راستے [illegible]
تمہیں [illegible] روشنی کے ساتھ آنا تھا
تمہارے [illegible]
[illegible] آنکھوں کو بچھاتی
مگر تم اور ہی رستوں سے آئے ہو
[illegible] کسی تابوت کی گھڑی میں بھی
[illegible] ہم کو چھو کر نہیں گزرے
مرے بابا!
اگر [illegible]
[illegible] یہاں آ گئے ہو تو
یہ بھی آنکھ لائے ہو
[illegible] کے چہرے بھی نہیں پڑھتی

یہ کیسے ہو تحفے لائے ہو
وہ ہم کو پہلے سے بھلتی
اور کسی جیالی کی دعائیں تھیں جو بیچ
یہ کیسے ہاتھ لائے ہو
وہ ہم کو تمام پیٹنے کے لئے [illegible]
مرے بابا!
مری شام ہوتے ہی
سلاخوں سے گلی کو تکتیں
گھڑیوں کو ورق کرتی ہیں
تو ہوتا ہم [illegible] آتا تھا
ہمیں محسوس ہوتا تھا
کوئی پیغام آیا ہے
مرے بابا! ہمارے گھر بھی
ستارہ چاند دیکھیں گے
کوئی جو گلی آتا
تو ہم کہتے کہ "ابو آ گئے ہیں"......
اور ہم حیرت کے عالم میں
ہم اپنے گھر کے دروازے
[illegible] ہونے کو کھول دیتے تھے

شاہنواز اختر

میری لینڈ ۔ امریکہ

یہ جہل و جنوں نہیں تو کیا ہے
ہر شخص خدا بنا ہوا ہے
دل سے جو معاملہ چلا ہے
زنجیر حیات بن گیا ہے
احساس بتا کے کس نے مجھ کو
دنیا کے سپرد کر دیا ہے
بھر فکر سے ذہن و دل ہیں خالی
مشکل سے یہ آسرا ملا ہے
وہ جان بہار ہم سے بچ کر
خوشبو کی طرح گزر گیا ہے
ہم نے تمہیں چاہنے سے پہلے
ہر شکل کا تجزیہ کیا ہے
ہم جب سے تمہارے ہو گئے ہیں
کیا کچھ نہ کہا سنا گیا ہے
دیکھو، مجھے دوستو نہ چھیڑو
یارو مرا دل دکھا ہوا ہے
اختر مجھے اس کی بے رخی سے
منزل کا سراغ مل گیا ہے

انتظار

غزرات گشتی ہے کمبخت امیدواروں کی
دل کو حوصلہ انتظار باقی ہے
(شاد عظیم آبادی)

کسے یقین کہ تم دیکھنے کو آؤ گے
اخیر وقت تک انتظار اور سہی
(داغ دہلوی)

نہ کوئی وعدہ، نہ کوئی یقیں، نہ کوئی امید
مگر ہمیں تو ترا انتظار کرنا تھا
(فراق گورکھپوری)

تمہیں یہ بھی کبھی خیال آیا
کہ کوئی راہ دیکھتا ہوگا!
(انتظار حسین)

تمہاری دید ہی مقصد تھا جس کی بصارت کا
وہ چشم منتظر پتھرا گئی کیا تم نہ آؤ گے؟
(مہری چند اختر)

ربا سچیا



فیض احمد فیض

ربا سچیا توں تے آکھیا سی
جا اوئے بندیا جگ دا شاہ ہیں توں
ساڈیاں نعمتاں تیریاں دولتاں نیں
ساڈا نائب تے عالیجاہ ہیں توں
ایس لارے تے ٹور کد پچھیا ای
کیہ ایس نمانے تے بیتیاں نیں
کدی سار وی لئی او رب سائیاں
تیرے شاہ نال جگ کیہ کیتیاں نیں
کتے دھونس پولیس سرکار دی اے
کتے دھاندلی مال پٹوار دی اے
اینویں ہڈاں وچ کلپے جان میری
جیویں پھاہی وچ کونج کرلاوندی اے
چنگا شاہ بنایا ای رب سائیاں
پولے کھاندیاں وار نہ آوندی اے

مینوں شاہی نئیں چاہیدی رب میرے
میں تے عزت دا ٹکر منگناں ہاں
مینوں تانگھ نئیں محلاں ماڑیاں دی
میں تے جیویں دی نکر منگناں ہاں
میری منیں تے تیریاں میں مناں
تیری سونہہ جے اک وی گل موڑاں
جے ایہہ مانگ نئیں پجدی تیں ربا
فیر میں جاواں تے رب کوئی ہور لوڑاں

شہزاد احمد

جس سے ملاقات کو سوچ تیرا چہرہ دیکھے
پھر اسے شہر نظر آئے نہ صحرا دیکھے
روشنی دوست ہے کر آنکھیں نہیں کھلتی ہیں
اب تو شاید ہی کوئی چہرہ اجالا دیکھے
اس بھرے شہر میں کس کو کہیں حال اپنا
میری حالت تو کوئی دیکھنے والا دیکھے
دیکھتا رہتا ہوں میں نقش کف پا کی طرف
وہ اگر میری طرف نقش کف پا دیکھے
سب گزرے وقت کو ہمراہ لئے پھرتے ہیں
کوئی ایسا بھی ہو جو ساعت فردا دیکھے
پھر پلٹ کے میں نہیں جاتا اسے دروازے تک
لوٹ آتا ہوں کہ یہ کون کسے جاتا دیکھے
سب اک خانہ خرابی ہے کہ جل جاؤ گے
[illegible] کو کسے جیتا دیکھے
اپنی رسوائی کے منظر تو بہت دیکھ لئے
نہیں معلوم کہ آنکھ ابھی کیا کیا دیکھے
خاک ہو جائیں بھرے شہر میں حیرت والے
اور معاوضہ ہوئی خلق تماشا دیکھے
منہ چھپانے کا بھی موقع نہ میسر آئے
ایسا دنیا کی وہ ذلت ہو کہ دنیا دیکھے
[illegible] کی طرح سے صاحب جو شہزاد
[illegible] کوئی مجھے تنہا دیکھے

غزلیں

شہزاد احمد

اک عمر سے بیٹھے ہو دنیا میں ابھی کل ہے
جو دل کی جلیں باقی صاحب دل ہے

جتنے بھی تعلق تھے سبھی توڑ لئے ہیں
تنہائی کا یہ بھی ہے وسیلہ کوئی حل ہے

دنیا میں نہیں جس کے لئے راحت دنیا
وہ عشق میں ناکردہ گناہی کا پھل ہے

دم توڑ چکی کب سے تمنائے نمو بھی
اس درد کے صحرا میں زمانے کی رنگ ہے

سچ ہے کہ ہوئی ہیں اندھیرے کی بجلی کھیں
اور اس کا ثبوت آپ کی آنکھوں کا پتہ ہے

ان ترک تعلق کی قسم کھائے بیٹھے ہوں
جیسے مرے سینے میں کسی اور کا دل ہے

بستا اُجڑتا ایک دن

پتے دن جیسے دن
مگر آب دریا کی صورت
گزر گئے پرسکے دن

وہ زنجیر [illegible] نہیں جو مرے پاؤں میں ہے
وہ نقل تھا ابھی [illegible] ہے جو صحراؤں میں ہے
ابھی [illegible] کشتیوں کا سیت غرور پاؤں میں ہے

مگر شرع [illegible] ہواؤں کے رستے کی دیوار
تیز ہوتے ہوئے پانیوں، جلتے ساحلوں کے [illegible] ایک [illegible]
ہواؤں ہم [illegible] ہیں مگر وہ بکھرنے کو تیار ہے

اداس رت کی آہٹ ہواؤں میں محسوس ہونے لگی
ہر اک پتے [illegible] رنگ کھونے لگی
فصیل گرتی چاندنی اوس سے اپنی آنکھیں بھگونے لگی

مگر دل ابھی تک کسی سرد خانے میں مردہ پڑا ہے
اور ابھی تک [illegible]
برف کے بت کی آنکھوں میں [illegible]

وہ ہرا مجھے دیکھتا ہے
کہ میری آنکھیں جہیں ہیں
مرے جی میں ہے [illegible]
مگر میری بانہیں نہیں ہیں
میں منزل کی جانب رواں [illegible]
مگر میرے پاؤں نہیں ہیں!

میں اک لہر ہوں
ڈوبتا اور ابھرتا ہوا قہر ہوں
میں اک رہبر ہوں
اپنی ظلمت میں ڈوبا ہوا شہر ہوں!!

پیڑ بوڑھے ہو گئے

پیڑ اب زرد پتوں کے مانند گرتی ہوئی ساعتوں سے
نہیں ڈھانپ سکتے
ابس گھاس کا کوئی تنکا نہیں
بولا نظر آسکے
نہیں پھولوں کی ایک پتی بھی باقی نہیں
[illegible] خوشبو ہواؤں کو مہکا سکے

پیڑ زرد پتوں میں
اک زرد پتہ وہ دن بھی ہے
جس میں ہم تم ملے تھے
[illegible] کی ادا ادا تھی
پیڑ تب لہلہاتے ہوئے کھیت سے تھے
پھول سجتے، رنگ تھے
وہ لمحوں میں جیسے تھی [illegible]

اب تو جیسے ہر اک چیز
بے رنگ بے باس ہے
کیا ہوئی وہ بھی کی گھڑی؟
پیار کی ساعتیں!
کٹ گئیں تو نہیں [illegible]
اور ساری زمیں
زرد پتوں کی پیلاہٹ نے ڈھانپ لی
تم بھی ان زرد پتوں میں ہو
میں بھی ہوں!

لگیں اب تو بھی ایک سے ہیں
اب تو کوئی نہیں جس کو ہم یاد کر سکیں
اب تو کوئی نہیں جس کو ہم یاد کر سکیں

کیسے اک موڑ [illegible] ہو بیٹھے ہیں تو سے
آؤ ہو جاتی ہماری [illegible]
[illegible]
[illegible]

شاید ان لوگوں کی خاطر کام ہی
ہم کو نکلے [illegible]
شاید بس ہو کہ کوئی سروں میں جو جائے
[illegible]

شہزاد احمد

طیارے کے حادثے پر بھارت اور کینیڈا میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے

کینیڈا آزاد ملک ہے وہ بھارت کے ہر مطالبے پر عمل کا پابند نہیں

حادثہ کی تحقیقات کرنے والی عدالت میں بھارت اور کینیڈا کے وکلاء میں گرما گرم بحث

کینیڈا کی ائیرپورٹ پر حفاظت کے انتظامات ناکافی تھے۔ للیت بھاٹیہ



مجھے بھارت میں ۲۰ لاکھ روپے کے عوض ٹاس کا فیصلہ فروخت کرنے کی پیش کش کی گئی تھی۔ عمران خان

قومی ہاکی ٹیم کے کپتان حسن سردار کی جنگ فورم سے بات چیت

جیتنے پر انعام اور ہارنے پر جوتے نقد ہیں

ٹیم بناتے وقت کپتان کی رائے نہیں لی جاتی جو کہ بہت ضروری ہے



پاکستان میں نیشنل انگلش لینگویج انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے گا۔ ڈاکٹر یٰسین

کس صوبے کے کتنے وزیر؟

بھارت کے خلاف ٹیسٹ سیریز کے لیے ہاکی ٹیم کا اعلان

حیدرآباد دکن میں فسادات

پاکستان میں بائیں بازو کا نیا اتحاد

لاہور میں پانچوں جماعتوں کے سربراہ اجلاس میں انضمام کا فیصلہ کیا گیا

سوشلسٹ پارٹی نے انکار کر دیا ۰ پیپلز پارٹی کے بارے میں فیصلہ ملتوی کیا گیا

نئی جماعت کی تشکیل کیلئے دس رکنی کمیٹی نامزد کر دی گئی، سردار شوکت علی کنوینر مقرر ہو گئے

[illegible]

[illegible]



[illegible]

امتحانی مراکز پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی

[illegible]

پاکستان کی ہاکی ٹیم یورپی ملکوں کا دورہ کرے گی

[illegible]

Fortnightly

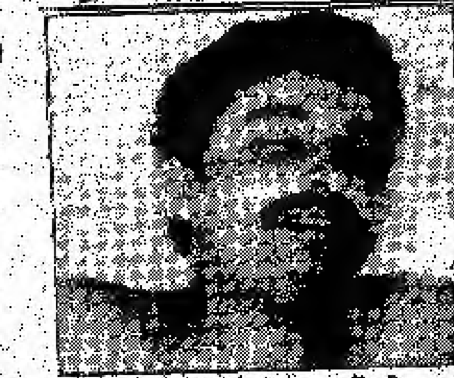
al-hilal

50¢ Vol.14 No.22 February 10, 1986
Telephone: (416) 493-4374 474-9292
338 Hollyberry Trail, Willowdale, Ont. Canada M2H 2P6

جامعہ کراچی میں مسلح گروہ نے جمعیت کے کارکن کو گولی مار کر ہلاک کر دیا

پولیس کی موجودگی میں فرار ہو گئے

این ای ڈی اور آرٹلری میدان میں بھی فائرنگ سے دو طلبا زخمی ہو گئے





طلبہ کا جلوس جامعہ کراچی میں فائرنگ سے جاں بحق ہونے والے جمعیت کے کارکن سید محمد علی کے گھر جا رہا ہے۔

کراچی میں زبردست دھماکے سے خوف و ہراس

یہ دھماکہ زلزلہ یا کسی زمینی اثر کا نتیجہ نہیں ہے: ایس ایس پی کا ظہیر

شہر کے مختلف علاقوں میں رات کے وقت فائرنگ کے واقعات کا بھی سراغ نہیں لگ سکا

۹۰ فیصد سے زیادہ مہاجرین مسلمان ہیں

مجھے تحریک استقلال سے نکالنے کے بعد قومی کونسل کے ارکان اصغر خان کو اپنا رہنما نہیں سمجھتے

کونسل کا اجلاس ۲۳ مارچ کو طلب کر لیا گیا ہے

خالد اسحاق ادارہ امور پاکستان کے چیئرمین اور ڈاکٹر رفیق نائب چیئرمین ہو گئے

الطاف حسن قریشی کو ڈائریکٹر جنرل بنا دیا گیا، کونسل کے ارکان کے ناموں کا اعلان

قومی اسمبلی میں نئے وزراء

صحیح اسلامی فلاحی مملکت کا قیام میرا مقصد ہو گا: یسین وٹو



میری پالیسیوں کو وزیر اعظم کی حمایت حاصل تھی: محبوب الحق

بمبئی کا نام ممبئی رکھ دیا گیا

سکھ ہائی جیکروں کو سزا پر بھارت کا اظہار اطمینان

نئی وزارت دو وزیر



پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی کابینہ تشکیل پا گئی — (ایک خبر)

Managing Editor: M Lateef Owaisi